Fikr-o-Nasar (Islamabad) 6:2 (1968)

مقدمہ بر "مقدمہ ابن خلدون"

(ترجمہ: ڈاکٹر سیّد علی رضا نقوی، ریڈر، ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔)

پروفیسر ونسان مونتے، فرانس کے مشہور مستشرق اور ماہر لسانیات گزشتہ اپریل میں ایک مختصر سے علمی دورہ پر پاکستان تشریف لائے تھے۔ وہ ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی میں چند گھنٹہ یہاں کے شعبۂ تحقیقات کے اراکین کے ساتھ علمی و تحقیقی موضوعات پر مصروف گفتگو رہے۔ پاکستان آنے سے قبل موصوف انجمنِ تحقیقاتِ ادبی کابل کی دعوت پر افغانستان تشریف لے گئے تھے۔ جہاں انھوں نے ۱۰ اپریل ۱۹۶۸ء کو اس انجمن میں فارسی میں ایک تقریر کی تھی۔ اس تقریر کو کابل کے اخبار "انیس" نے ۱۱ اپریل ۱۹۶۸ء کے شمارہ میں شائع کیا ہے۔ اس تقریر کا ترجمہ اس کی اہمیت کے پیش نظر شکریہ اخبار "انیس" کابل ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

میری جب سے عالمِ اسلام اور سرزمین مشرق سے دلچسپی شروع ہوئی ہے، اس وقت سے میرے دل میں آپ کے خوب صورت اور تاریخی ملک کا سفر کرنے کی آرزو موجزن رہی ہے۔ میرے لئے باعثِ مسرت ہے کہ آج مجھے افغانستان کے پایۂ تخت کے اس علمی مرکز میں آپ لوگوں کے سامنے گفتگو کا موقع ملا ہے۔ میرے متعلق جو محبت آمیز الفاظ کہے گئے ہیں اور جس محبت سے مجھے افغانستان آنے اور یہاں تقریر کرنے کی دعوت دی گئی ہے، اس کا میں تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اگرچہ مجھے تمام عالمِ اسلام سے جو بحرِ اطلس سے مشرقِ بعید تک پھیلا ہوا ہے، پوری دلچسپی ہے۔ لیکن میں نے اصل میں بیشتر "مغرب" اور افریقہ کے مسلمانوں کے ماضی اور حال پر تحقیق کی ہے اور اسی وجہ سے اپنے دوستوں کے مشورہ کے پیش نظر میں نے یہ مناسب سمجھا کہ آج ایک "مغرب" کے مسلمان مورخ یعنی ابن خلدون کو اپنی گفتگو کا موضوع بناؤں، جس

مورخ پر اور جس کے شاہکار "مقدمہ" پر میں کئی سالوں سے تحقیق میں مصروف ہوں۔ خاص طور سے اس وجہ سے کہ وہ ایک روشن فکر عالم تھا۔ اور جس راہ پر آج کے ماہرینِ اجتماعیات گامزن ہیں، اس راہ پر آج سے مدتوں پہلے چل چکا تھا۔ ایک مشرقی ملک میں ایک "مغربی" عالم کے بارے میں میری اس تقریر کا مقصد ضمناً یہ بھی ہے کہ ماضی کے ایک عالم کی قدرتِ فکر پر حال کے علم و دانش کے آئینہ میں روشنی ڈالی جا سکے۔

عبدالرحمٰن ابن خلدون تونس میں ۷۳۲ھ بمطابق ۱۳۳۲ء میں پیدا ہوا اور ۸۰۸ھ بمطابق ۱۴۰۶ء میں قاہرہ میں فوت ہوا۔ اس لحاظ سے اس کا تعلق چودھویں صدی عیسوی سے ہے۔ اس وقت مغربِ بعید میں بنی مرین، تونس میں بنی حفص، غرناطہ میں بنی نصر، مصر میں خاندان مملوک اور مشرق میں تیمور لنگ (۱۳۳۱ء تا ۱۴۰۵ء) کے اسلاف کی حکومت تھی۔ ابن خلدون حافظ شیرازی (متوفی ۱۳۸۹ء) کا ہم عصر تھا۔ اسی زمانہ میں ایک مورخ نظام الدّین سامی نے اپنی کتاب "ظفر نامہ" میں تیمور کے زمانہ کے واقعات قلمبند کئے۔ اسی زمانہ میں ابن بطوطہ (۱۳۰۳ء تا ۱۳۷۷ء) نے جو "مغرب" کا رہنے والا تھا، مشرق کا سفر کیا اور اس سفر میں افغانستان بھی آیا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "مغرب" میں رہنے کے باوجود اس کی ملاقات ابن خلدون سے نہیں ہوئی۔

العمری مشہور جغرافیہ دان جو شامی اور مصری دونوں تھا، ۱۳۴۹ء میں وفات پا چکا تھا۔ لیکن مقریزی جامعہ الازہر میں شاگرد کی حیثیت سے ابن خلدون کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ابن الخطیب نے جو اندلس کا مشہور عالم تھا، اپنی تاریخ غرناطہ بعنوان "احاطہ" میں ابن خلدون کے حالاتِ زندگی لکھے ہیں۔ دونوں کو ادب اور سیاست سے تعلق تھا۔ ایک اندلس کا باشندہ تھا اور دوسرا شمالی افریقہ کا۔ اور ان دونوں میں آپس میں دوستی کا رشتہ تھا۔

ابن خلدون کی خود نوشت سوانح حیات کو جو "تعریف" کے نام سے ہے، ۱۹۵۱ء میں "مغرب" کے عالم محمد تاویت الطنجی نے شائع کیا ہے۔ ابن خلدون کی زندگی کے ۷۵ سال بڑے پُر حوادث تھے۔ ان میں سے ۱۸ سال اس کے بچپن اور نوجوانی کے اور ۲۴ سال جوانی اور شمالی افریقہ میں قیام کے ہیں۔ اس نے اپنی عمر کے ۸ سال شمالی افریقہ میں دنیا سے کنارہ کش ہو کر اپنی کتاب پر غور و فکر کرنے اور اسے تالیف کرنے میں اور باقی ۲۴ سال مصر کے قیام میں گزارے۔

عبدالرحمٰن ابن خلدون ۲۷ مئی ۱۳۳۲ء کو ایک اندلسی خاندان میں تونس میں پیدا ہوا۔ اس کے

اسلاف جزیرہ نمائے عرب کے جنوب میں واقع حضرموت سے مغرب کی جانب ہجرت کرکے آئے تھے۔اس کا دادا تونس کی حکومت بنی حفص میں وزیرِ مالیات تھا۔اس کا باپ بھی ایک عالم آدمی تھا۔ابن خلدون نے قرآن، حدیث، فقہ، صرف و نحو اور ادب کی تعلیم حاصل کی۔ابھی ۱۸ سال ہی کا تھا کہ ۱۳۴۹ء میں طاعون کی وبا میں اس کا باپ اور بہت سے اہل خاندان اور ہم وطن چل بسے۔ اس کے بعد اس نے تقریباً ۲۵ سال شمالی افریقہ اور غرناطہ میں عالم مسافرت میں گزارے۔ اس کا یہ زمانہ بھی علم کی تحصیل میں گزرا۔اور ساتھ ہی وہ اس وقت کے امراء کے دربار میں مناصب جلیلہ پر فائز رہا۔اسی زمانہ میں اسے سیاست کی جدوجہد میں انہماک رہا۔ اور اس سلسلے میں اس کو دو سال زندان میں بھی رہنا پڑا۔بعض لوگ سیاسی امور میں اس پر تلوّن مزاجی اور ابن الوقتی کا الزام لگاتے ہیں۔

وہ ۱۳۷۴ء سے ۱۳۷۸ء تک چار سال شہر سے دُور الجزائر کے شہر تلمسان کے شمال مشرق میں واقع قلعہ "ابن سلامہ" میں تنہائی کی زندگی بسر کرتا رہا۔اسی دوران میں اس نے ۱۳۷۷ء میں ۵۵ سال کی عمر میں پانچ مہینے کی مدت میں اپنے "مقدمہ" تاریخ کی تالیف کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ اس کے بعد وہ معلّم اور قاضی کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ اس نے اپنی عمر کے باقی ۲۵ سال قاہرہ میں گزارے۔

اسی زمانے میں اس کے اہل و عیال شمالی افریقہ سے قاہرہ آتے کشتی کے غرق ہونے سے سمندر میں ڈوب کر مرگئے۔ اس بے کسی کے عالم میں بھی ابن خلدون سیاست سے کنارہ کش نہیں ہوا۔ اس کی وجہ سے وہ ہمیشہ کی طرح اپنے دشمنوں اور رقیبوں کی سازش کا نشانہ بنتا رہا۔ اس کو ۱۴۰۰ء میں تیمور لنگ کے پاس مصر سے شام بھیجا گیا تاکہ وہ تیمور سے دمشق شہر کے بارے میں گفتگو کرے، یہ اس کا آخری سیاسی کام تھا۔

وہ چھ دفعہ مذہبِ مالکی کا قاضی مقرر ہوا۔ وہ قاضی کے مقام کا بڑا احترام کرتا تھا۔ اور اس فرض کی انجام دہی پوری نیک دلی، انصاف اور متعینہ حدود کے اندر کرتا تھا۔ وہ ۱۷ مارچ ۱۴۰۶ء کو ۷۴ سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوگیا اور قاہرہ میں مقبرہ صوفیان میں دفن ہوا۔ آج معلوم نہیں کہ اس قبرستان میں اس کی قبر کون سی ہے۔

ابن خلدون نے پہلی دفعہ اپنے "مقدمہ" تاریخ کو ۱۳۷۷ء میں تصنیف کیا۔ ۱۳۸۲ء میں اس کتاب کے پہلے نسخے کو اس نے امیر تونس کے نام معنون کیا۔ لیکن اس کے بعد ابن خلدون اس میں وقتاً فوقتاً ۱۴۰۲ء تک اضافے اور اصلاحات کرتا رہا، جیسا کہ اس کتاب کے ایک قلمی نسخہ سے جو ہمیں ملا ہے، پتہ چلتا ہے۔ یہ قلمی نسخہ استنبول کے

کتاب خانہ عاطف آفندی میں نمبر ۱۹۳۶ کے تحت موجود ہے۔ اس کی ایک عکسی نقل پر میں ۱۹۶۰ء سے تحقیق کر رہا ہوں۔ اس کی کتابت ۱۴۰۲ء میں ابن خلدون کے زمانہ حیات میں ہوئی ہے، اور ابن خلدون نے اپنے ہاتھ سے اس کی اصلاح کر کے پہلے صفحہ پر بائیں طرف کے گوشہ میں اس کی تصدیق کی ہے۔ میں نے "مقدمہ" کے اس مسودہ کو جو بے شک ایک علمی کارنامہ ہے، اپنی تاریخ کی کتاب کا مقدمہ قرار دیا ہے۔ میں نے اس مسودہ کی اصلاح اور تنقیح کی ہے۔ مقدمہ ابن خلدون کا اس سے بہتر نسخہ دنیا میں کہیں موجود نہیں ہے۔

میں مقدمۂ ابن خلدون کا ترجمہ اس نسخہ کے مطابق جلد ہی مکمل کر رہا ہوں ـــــ روزنتھال (ROSENTHAL) نے بھی اسی نسخہ کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا ہے۔ اس کتاب کی تالیف کے وقت ابن خلدون کے پیش نظر ایک عظیم مقصد تھا جیسا کہ وہ خود کتاب کے آغاز میں لکھتا ہے:۔

"میری کتاب کا موضوع تمام دنیا کے واقعات ہیں۔ اس میں واقعات کے علل و اسباب بیان کئے گئے ہیں۔ گویا اس میں تاریخ کی حکمت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں میں نے اس بات کو تفصیل سے لکھا ہے کہ ان واقعات اور ان کے اسباب سے ہمیں کیا عبرت لینا چاہئے۔ اسی وجہ سے میں نے اس کتاب کا نام "کتاب العبر فی اخبار العرب والعجم والبربر" رکھا ہے۔"

چنانچہ اس توضیح کے پیش نظر ابن خلدون کی اس کتاب کو تاریخ عالم کی تفسیر کہا جا سکتا ہے۔ باوجود اس کے کہ ابن خلدون ایک مورخ ہے لیکن وہ محض واقعہ نگاری کی حدود تک نہیں رہا، بلکہ اس سے آگے بڑھ گیا ہے۔

آگسٹ کومٹ (AUGUSTE COMTE) (متوفی ۱۸۴۰ء) کو، جو انیسویں صدی کا مشہور عالم گزرا ہے، علم الاجتماع کا موجد اور مخترع سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ابن خلدون آگسٹ کومٹ سے پانچ سو سال پہلے اپنی کتاب کے آغاز میں لکھ گیا ہے:۔ "ہمارے اس بیان کے نئے معنی ہیں۔ یہ ایک مستقل علم ہے، جس کا خاص موضوع انسانی عمران (تمدن) اور معاشرہ انسانی ہے۔

اس زمانہ میں البتہ جدید اصطلاحات موجود نہیں تھیں، جن کو ابن خلدون استعمال کر سکتا۔ وہ اس علم کو اس وقت علم تاریخ ہی کے نام سے یاد کرتا ہے لیکن اس کا مقصد وہ اس طرح بیان کرتا ہے:۔ "اس بیان کا مقصد تمدن کی ماہیت ہے۔ یعنی دیہاتی اور صحرائی لوگوں کی زندگی اور شہری باشندوں کی زندگی، ایک قبیلہ کے افراد میں باہمی عصبیت (قبیلہ واری تعصب) اور ایک گروہ کا دوسرے گروہ پر غلبہ۔ اس بیان کے ذریعہ

تاریخ (کی حدود) نسلوں، خاندان اور معاشرہ کے طبقات کی بحث تک پہنچ جاتی ہیں۔ بعدازاں تاریخ ان مختلف پیشوں اور معاش کے ذریعوں سے بحث کرتی ہے، جو انسان کی فعالیت اور کوششوں کا جزء ہیں۔ اسی طرح علوم و ہنر بھی اس کے دائرہ بحث میں شامل ہیں۔ مختصر یہ کہ ہر وہ موضوع جو انسانی تمدن سے تعلق رکھتا ہے، تاریخ اس پر بحث کرتی ہے۔"

"مقدمہ" ابن خلدون کے چھ حصے ہیں۔ ان کا مجموعہ ایک دائرۃ المعارف کا پیش خیمہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ عرب معاشرہ کے مطالعہ کی بنیاد ہے۔ ابن خلدون کے جملہ ماٰخذ میں حسب ذیل کتابیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:۔ طبری کی تاریخ الرسل والملوک (تقریباً ۹۲۳ء)۔ مسعودی کی مروج الذہب (تقریباً ۹۵۶ء)۔ اور تاریخ بیہقی (بارھویں صدی عیسوی) جو ابن سعید (تیرھویں صدی عیسوی) کے آثار کے ذریعہ اس تک پہنچی اور جغرافیہ پر کتاب (روجر) تالیف ادریس جو مغرب بعید کے شرفا میں سے تھا اور جس نے اس کتاب کو (روجر) سسلی کے عیسائی بادشاہ کے نام پر ۱۱۵۴ء میں معنون کیا تھا۔ اسی طرح سیاسی اداروں کے موضوع پر اکثر اس نے ماوردی کی "احکام سلطانیہ" سے استفادہ کیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تورات اور انجیل کا عربی ترجمہ بھی پڑھا تھا۔

ابن خلدون نے اپنی کتاب میں دُور دراز ممالک کے متعلق بھی معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ اس زمانہ میں مغربی افریقہ میں مالی حکومت ترقی پر تھی۔ اس کے امیر کا نام موسیٰ تھا، جس نے ۱۳۲۴ء میں حج بیت اللہ کے لئے جاتے ہوئے قاہرہ میں قیام کیا تھا۔ اسی طرح ابن خلدون نے ۱۳۵۳ء میں مصری کاروان کو جو مالی جا رہا تھا، گزرتے دیکھا تھا۔ اس نے شہر فاس میں جو مغرب میں واقع ہے، ایک سابق قاضی سے جس کا نام ابنِ وصول تھا، افریقہ کے خطۂ نائیجریا کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور ۱۳۹۳ء میں غانہ (GHANA) کے ایک فقیہ سے، جس کا نام شیخ عثمان تھا، اس وقت کے مالی کے بادشاہوں کے نام حاصل کئے تھے۔

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں، اسی زمانہ میں تین دوسرے بڑے عالم گزرے ہیں، جنہوں نے اہم کتابیں لکھی ہیں۔ وہ ہیں العمری (۱۳۴۲ء) ابن بطوطہ (۱۳۵۳ء) اور مقریزی (۱۴۴۲ء)۔ ان کی کتابیں "مقدمہ" ابن خلدون کی ہم عصر بھی ہیں اور اس کی تکمیل کرنے والی بھی۔

ابن خلدون خوب جانتا ہے کہ علمی تحقیق کے راستہ پر چلنے والوں کو اشتباہ کے دام میں گرفتار نہیں ہونا چاہیئے، جیسا کہ وہ خود کہتا ہے: "تاریخی معلومات میں جھوٹ بھی داخل ہوتا ہے۔" اس کے وہ حسب ذیل سات

اسباب بیان کرتا ہے: ۱۔ راوی کی محبّت یا عداوت۔ ۲۔ راوی کا اندھا اعتماد۔ ۳۔ کسی واقعہ کے اصلی معنی سے لاعلمی۔ ۴۔ مورخ کا اپنی معلومات پر غرور۔ ۵۔ کسی روایت کی تعدیل اور تبدیلی۔ ۶۔ چاپلوسی۔ ۷۔ تمدن کی اصل حقیقت اور اس کی ماہیت سے ناواقفیت۔

اس میدان میں ابن خلدون کو نشاۃ ثانیہ کے انسان دوست (HUMANIST) فلسفیوں پر، جو یورپ میں ہم عصر تاریخ پر تنقید کی ضرورت پر زور دیتے تھے (مثلاً لورنزو۔ والا) پانچ سو سال سبقت حاصل ہے۔

ابن خلدون نے مبالغہ آمیز روایات کو رد کر دیا ہے۔ جیسے خزانوں کی جستجو، سمندر کی عجیب مخلوقات یا پرانے زمانے کے لوگوں کے دیو پیکر ہونے کے قصے۔ وہ اس سلسلہ میں لکھتا ہے: "اگر ہمارے اجداد دیو پیکر تھے تو ان کے گھر اور ان کے دروازے جو آج تک باقی ہیں، ہمارے زمانہ کے گھروں اور دروازوں کے برابر کیوں ہیں"۔

جہاں کہیں ابن خلدون مبالغہ آمیز اعداد اور ارقام دیکھتا ہے، وہ ان کے اقتباس دینے سے پرہیز کرتا ہے۔ جیسے ایک افسانوی شہر کے دس ہزار دروازے یا بیابان کے چھ لاکھ اسرائیلی سپاہی۔ اس سلسلہ میں وہ کہتا ہے "جہاں کہیں مال کی مقدار یا فوج کی تعداد کے بارے میں روایت ہو، اس کو قبول کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے" اس کا سبب یہ تھا کہ ابن خلدون کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ راوی کا مقصد بعض اوقات سننے یا پڑھنے والوں کو تعجب میں ڈالنا ہوتا ہے۔

ابن خلدون میں احتیاط اور شک اس قدر تھا کہ وہ "مغرب" کے مشہور سیاح ابن بطوطہ کی روایات پر، جس نے ۱۳۲۵ء سے ۱۳۵۴ء تک ایشیا اور افریقہ کے ممالک کی سیاحت کی تھی، یقین نہیں کرتا تھا۔ ابن خلدون لکھتا ہے "ہمیشہ روایات کی اصل اور ماخذ کو دیکھنا چاہیئے۔ اور موضوع کو عقل کی ترازو سے تولنا چاہیئے۔ اسی صورت میں فکرِ روشن اور عقلِ سلیم ممکن اور محال میں تمیز کر سکے گی"۔ ابن خلدون سے دو سو سال بعد ڈیکارٹ (DESCARTE) فرانسیسی فلسفی (۱۶۳۷ء) اپنی کتاب "بیان بر اصول" (ڈیکیسور دو لامتد) میں لکھتا ہے: "میں جب تک یہ نہ جان لوں کہ ایک بات واضح حقیقت ہے، بعض اوقات میں اس کو حقیقت نہیں سمجھتا"۔

ابن خلدون نے صدرِ اسلام کے واقعات کو جو اسلام میں مذہبی اختلافات کا سبب بنے، نہایت غیر جانبداری سے بیان کیا ہے۔ وہ اس سلسلے میں کسی گروہ یا فرقہ کا ذکر تعصب کے لہجہ میں نہیں کرتا۔ باوجود ان تمام باتوں کے ابن خلدون کی روشن بینی اپنے زمانہ کے عقائد اور خیالات سے بالکل پاک نہیں تھی چنانچہ

وہ افریقہ کے کالے لوگوں کا ذکر حقارت سے کرتا ہے لیکن یاد رہے کہ موجودہ زمانہ میں بھی بعض ممالک جیسے جنوبی افریقہ اور روڈیشیا وغیرہ میں اس قسم کے رنگ و نسل کے امتیاز کے خیالات موجود ہیں۔

ابن خلدون کی نگاہ میں انسان عقل و فراست کا مالک ہے۔ اور اپنے ہم نوع بشر پر تجاوز کرنا بھی انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ لہذا تمدن کو برقرار اور معاشرہ کے نظم کو قائم رکھنے کے لئے کسی حَکَم کی ضرورت ہے۔ ابن خلدون تمدن کو "عمران" کہتا ہے۔ اس کی نظر میں یہ تمدن صحرائی یا شہری دونوں ہو سکتا ہے۔ اس کے خیال میں ہم خونی کا جذبہ لوگوں کے گروہوں کو آپس میں ملاتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ پر غالب آجاتا ہے۔ لہذا وہ بادشاہت کو انسانوں کی فطری حکومت سمجھتا ہے۔ اس کی رائے میں جب شہری لوگ عیش و عشرت میں پڑ جاتے ہیں اور وحشی دَور کی مشقت اور سختی برداشت کرنے کی عادت ان میں ختم ہو جاتی ہے تو یہ لوگ مٹ جاتے ہیں اور دوسرے لوگ ان کی جگہ لے لیتے ہیں۔

ابن خلدون خواہ کتنا ہی جدتِ فکر کا مالک ہوتا، بہرحال وہ اپنے زمانہ سے باہر تو نہیں جا سکتا تھا۔ بعض حکماء نے اس کے بعض عقائد کو اس سے پہلے بیان کر دیا تھا جن کو بعد میں اس نے اپنایا۔ مثلاً ابن سینا (متوفی تقریباً ۱۰۳۷ء) نے اپنی کتاب "شفا" اور "نجات" میں انسانی معاشرہ کے نظام کو حَکَم کے تعاون اور سرپرستی پر مبنی بتایا ہے۔ انہی افکار کی تکرار تیرھویں صدی میں شہر زوری نے کی۔ اسی طرح البیرونی اور ابن مسکویہ کی کتابوں میں بھی۔ یہ دونوں ۱۰۳۰ء میں فوت ہوئے، فلسفۂ تاریخ بیان کیا گیا ہے۔ المبشر ابن فاتک نے اپنی کتاب "مختار الحکم" میں حکومتوں کے عروج و زوال کے متعلق بعض ایسی باتوں کو، جو ابن خلدون کے خیالات کے نزدیک ہیں، افلاطون سے منسوب کیا ہے۔

ابن اثیر (متوفی ۱۲۳۴ء) نے بھی حَکَم کا، جو انسانوں کے درمیان فیصلے کرتا اور امن بحال رکھتا ہے، ذکر کیا ہے۔ اسی طرح انسان اور اس کے فطری ماحول کے بارے میں بطلیموس (متوفی تقریباً ۱۶۸ء) وسکاکی (متوفی تقریباً ۱۲۲۸ء) اور رشید الدّین طبیب (متوفی تقریباً ۱۳۱۸ء) جس نے کہ تاریخ منگول فارسی (دری) زبان میں لکھی ہے، تینوں نے بحث کی ہے۔

باوجود اس کے کہ ابن خلدون بھی اپنے زمانہ کا آدمی ہے، لیکن وہ حقائق کے معلوم کرنے میں دوسرے بہت سے مورخوں پر سبقت لے گیا ہے۔ اس سے پہلے یا اس کے زمانہ میں کسی نے "مقدمہ" جیسی وسیع اور بلند پایہ کتاب نہیں لکھی۔ نیز خود اپنے زمانہ کے حالات پر کسی دوسرے کو اس قدر ژرف بینی اور نظر کی

گہرائی حاصل نہیں ہوسکی۔ ابن خلدون ڈارون سے پہلے لکھ گیا تھا: "بندروں کے گروہ میں بھی فراست موجود ہے لیکن وہ فکر کے مرحلہ تک نہیں پہنچ سکے ہیں۔ بندروں کے بعد پہلا مرتبہ انسان کو حاصل ہے۔ ہمارا یہی مشاہدہ ہے اور بس"۔ اسی طرح ایک دوسرے مقام پر لکھتا ہے: "تحول کا امکان خلقت کے ہر درجہ پر جانوروں کے دائمی اتصال میں موجود ہے" (ابن خلدون نے اس جگہ تحول کا مفہوم لفظ "استعداد" سے ادا کیا ہے۔)

ابن خلدون نے بعد میں آنے والے بہت سے علماء سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ادراک کے بعض قوائے روحی کا جیسے تخیل اور حافظہ، مرکز بھیجے کے اندرونی حصّہ میں واقع ہے۔ جب کہ بروکا (متوفی ۱۸۶۱ء) نے آج سے صرف ایک سو سال پہلے انسان کے احساس اور حرکت کی قوتوں کی جگہ دماغ معین کی ہے۔ یہ بات بھی خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ ابن خلدون ماحول کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ لیکن وہ لفظ "محیط" یا "بیئۃ" جو آج کل علمائے عرب استعمال کرتے ہیں، استعمال نہیں کرتا بلکہ اس کے لئے لفظ "احوال" استعمال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان اپنی عادات کی پیداوار ہے۔

ابن خلدون آج کل کے علماء کی طرح اعداد و شمار کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ اور جہاں کہیں ممکن ہوا ہے، اس نے اعداد و شمار جمع کئے ہیں۔ مثلاً ملاحظہ ہو وہ جدول جو نویں صدی عیسوی میں بغداد کے خزانہ میں داخل ہونے والے ٹیکسوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا یہ قول بھی دلچسپ ہے کہ اگر عرب ممالک کے باشندوں کی اصل پر تحقیق کی جائے تو پتہ چلے گا کہ ان میں سے اکثریت صحرا نشین لوگوں کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدون نے بعض ایسے اعداد و شمار جمع کئے تھے، جو جدید تحقیقاتی طریقہ میں مختلف فارم وغیرہ پُر کر کے جمع کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح اس نے یہ پتہ چلایا تھا کہ شہری باشندے کچھ زمانہ گزر جانے پر اپنی قوم اور قبیلہ کے حلقہ سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اس نے بعض اجتماعی وقائع کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ مثلاً ٹیکس کی ادائیگی کو صیغہ راز میں رکھنے کا دستور اس نے اس وقت بھی مشاہدہ کیا تھا۔ ابن خلدون کی کتابوں میں بعض ایسے امور اور نظامات کا ذکر ہے جن کو عالمِ اسلام میں یورپ کی سوسائٹی سے پہلے احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔

بین الاقوامی قانون یورپ میں ۱۶۶۰ء میں سویڈن اور پولینڈ کی صلح کے بعد ظہور میں آیا۔ اس قانون کا ظہور صرف گروسیوس (متوفی تقریباً ۱۶۴۵ء) کے خیالات کے اثر ہی سے نہیں ہوا۔ بلکہ مسلمانوں کے ساتھ صلیبی جنگوں کے دوران یورپ کی اقوام کے ارتباط کا اس پر بڑا اثر پڑا ہے۔ جنگی اور غیر جنگی افراد یا جنگ بندی سے متعلق قواعد نے جن پر اسلامی ممالک میں ساتویں صدی عیسوی سے عمل ہوتا تھا، بعد میں یورپ

میں بین الاقوامی قانون کی داغ بیل ڈالی۔

ابن خلدون جہاں قاضی کے فرائض کا ذکر کرتا ہے، وہاں حضرت عمر بن خطاب سے منسوب ایک خط بھی دیتا ہے۔ اس خط میں اسلام کے خلیفہ دوم نے جو نصیحتیں کی ہیں، وہ آج بھی پوری اہمیت رکھتی ہیں۔ جیسے: "طاقت ور آدمی کو قاضی کی جانبداری کی توقع نہیں کرنا چاہئیے اور نہ کمزور کو اس کے انصاف سے مایوس ہونا چاہیئے۔" اس لحاظ سے نہ صرف ابن خلدون بلکہ تمام اسلامی معاشرہ ترقی یافتہ تھا اور اسی کو اڈمنڈ رباط انسانی حقوق کا "خاموش احترام" کا نام دیتا ہے۔

مقدمہ ابن خلدون کی فہرستِ مندرجات اتنی منطقی ہے کہ اس میں شروع سے آخر تک ایک منظم ترتیب نظر آتی ہے۔ اس زمانہ میں نہ مطبع تھا اور نہ کتابیں چھاپی جاتی تھیں۔ لہذا ابن خلدون نے اکثر اقتباسات اپنے حافظہ کی مدد سے دیئے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کی کتاب میں بعض غلطیاں بھی موجود ہیں۔ اسی طرح اس میں بعض باتوں کی تکرار بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ مقدمۂ ابن خلدون کے موجودہ حجم کو نصف کے برابر کیا جا سکتا ہے۔ بغیر اس کے کہ اس کے مطالب کو کوئی نقصان پہنچے۔

اس کے بعض جملے، اگرچہ اس نے انہیں دوسروں کی کتابوں سے اخذ کیا ہے، خاص طور سے قابل ذکر ہیں وہ کہتا ہے:-

کوئی حقیقت تک پہنچنے کی قدرت نہیں رکھتا۔

انسان اپنی عادات کی پیداوار ہے۔

انسان کی فطرتِ ثانیہ اس کی عادت ہے۔

تاریخ خود کو دہراتی ہے۔

تمدن کا مقصد علم حاصل کرنا ہے۔

انسان اپنی فطرت کی رُو سے ایک سیاسی مخلوق ہے۔

جس کی پرورش ماں باپ نے نہیں کی، اس کی پرورش زمانہ کرے گا۔

انسان ایسا نادان ہے جو (تجربہ سے) سیکھتا ہے۔

تفکر کی انتہا کردار کی ابتدا ہے۔

محنت منافع کی اساس ہے۔

ابن خلدون کے خیالات اور اس کی تحقیقات کے قواعد اپنے زمانہ سے اس قدر آگے تھے کہ اس زمانہ کی اصطلاحات اور زبان ان کی ادائیگی کے لئے کافی نہیں تھیں۔ چنانچہ وہ مجبور تھا کہ اپنے مطلب کی ادائیگی کے لئے کوئی دوسری راہ پیدا کرے۔ اگرچہ ابن منظور (متوفی تقریباً ۱۳۱۱ء) نے "لسان العرب" میں تقریباً ۴۹ ہزار الفاظ جمع کئے ہیں جو ہم تک پہنچے ہیں۔ لیکن ان الفاظ سے اس زمانہ کے قانونی اور اداری اصطلاحات کا پتہ نہیں چلتا۔ اس زمانہ میں تھانوی کی کتاب "کشاف اصطلاحات الفنون" جس کو اشپرنگر نے ۶۲-۱۸۵۳ء میں کلکتہ سے شائع کیا، موجود نہیں تھی جس سے ہم پتہ چلا سکیں کہ ابن خلدون نے ان علمی اصطلاحات میں کیا اضافہ کیا ہے۔

"مقدمہ" ابن خلدون میں بعض لفظوں کے خاص معنی ہیں مثلاً "مَلَکہ" (م و لام مفتوح) کے معنی نہ تنہا زندگی اور عادت ہیں بلکہ اس کا مفہوم ابن خلدون کے یہاں رعیت پر امیر کی قدرت بھی ہے۔ اسی طرح ثقافت کے معنی ابن خلدون کے یہاں آج کل کے برعکس کلچر کے نہیں ہیں بلکہ "علم جنگ" کے ہیں اور "استعداد" کے معنی ابن خلدون کی خاص زبان میں تحول اور ارتقاء کے ہیں۔ اسی طرح وہ لفظ "دولت" کو خاندان کے معنی میں استعمال کرتا ہے۔ "عمران" کے معنی ابن خلدون کے آثار میں تمدن اور آبادکاری دونوں آئے ہیں۔ اسی طرح "عمارت" کے معنی اس کے یہاں زراعت اور زمین کو آباد کرنا دونوں ہیں۔ "اعتمار" کو وہ آباد باشندوں اور نفوس کے زیادہ ہونے کے معنی میں استعمال کرتا ہے۔ آج کل عربی میں عمران کو حضارۃ، مدنیت اور تمدن کہتے ہیں، لیکن "استعمار" یعنی دوسروں کی زمین کو اپنے لئے آباد کرنا ابن خلدون کے مفہوم کے مطابق استعمال ہوتا ہے۔

شہر زوری (تیرھویں صدی عیسوی) کے بقول ابن سینا (متوفی تقریباً ۱۰۳۷ء) نے "تمدن" کو آج کل کے معنی میں استعمال کیا ہے، لیکن ابن خلدون اس کے معنی "شہر میں بسنا" کے لیتا ہے۔ اسی طرح "بدوی" کے معنی ابن خلدون کے یہاں "دیہاتی" اور "خیمہ نشین" (یا صحرا نشین) دونوں کے ہیں۔ عصبیت کے معنی اس کے نزدیک قبیلہ اور ہم خونی کا رشتہ ہے۔

ابن خلدون کو لسانیات سے بھی خاص لگاؤ تھا۔ وہ غیر سامی اور بربری زبانوں کے الفاظ لکھتے وقت ان کے حروف کو بڑی توجہ سے لکھتا ہے۔ ابن بطوطہ نے ۱۳۴۱ء میں دہلی میں "یوغی" (جوگیوں) کو دیکھا تھا۔ اسی طرح ابن خلدون بھی جس کو دور دراز ملکوں کے حالات کا علم تھا، جوگیوں کا ذکر کرتا ہے۔

مذکورہ بالا وجوہ کی بناء پر مقدمۂ ابن خلدون کی ہمیشہ تعریف ہوتی رہی ہے۔ ترکوں نے اس

کا سولھویں صدی عیسوی میں بڑی دقتِ نظر سے مطالعہ کیا۔ مقدمہ کو ۱۸۵۷ء میں قاہرہ کے بولاق پریس سے شائع کیا گیا تھا لیکن اس کا ماخذ معتبر قلمی نسخہ نہیں تھا۔ بعد میں ۱۹۵۶ء میں لبنان میں اور ۱۹۶۲ء میں مصر میں اس کی طبع دوم بھی طبع اوّل کی رو سے انجام پائی۔ ۱۸۵۸ء میں "مقدمہ" کو موجودہ قلمی نسخوں کی مدد سے پیرس سے شائع کیا گیا۔ ۱۸۶۲ء اور ۱۸۶۸ء میں ولیم دوسلان نے "مقدمہ" کا فرانسیسی ترجمہ تین جلدوں میں پیرس سے شائع کیا۔ اسی طرح ابن میری شیل نے "مقدمہ" کے بعض حصوں کو جرمن زبان میں ترجمہ کر کے ٹوبنگن سے شائع کیا ہے۔

ابن خلدون کا یورپ کے مفکرین سے مقابلہ کیا جاتا ہے جیسے مکیاولی، بوڈن، ویگو، گبن، مانٹسکو، میلے، فرگوسن، ہرڈر، کنڈرسہ، اگسٹ کومٹ، گوبینو، ٹارڈ، ہیگل، ولیم جیمز وغیرہ۔ رونتھال کی رائے میں جس نے مقدمہ ابن خلدون کو تین ضخیم جلدوں میں انگریزی میں ترجمہ کر کے ۱۹۵۸ء میں شائع کیا ہے، ابن خلدون نابغۂ عصر تھا۔ ٹوئن بی اپنی کتاب "مطالعۂ تاریخ" (مطبوعہ ۱۹۳۵ء بمقام لندن) میں لکھتا ہے: "مقدمہ ابن خلدون بے شک اپنی قسم کی عظیم ترین کتاب ہے، جس کی مانند کوئی کتاب کسی نے کسی جگہ کبھی نہیں لکھی"۔

آج کل مغرب بعید کا ایک محقق محمد تاویت الطنجی مقدمہ کے متن کو استنبول کے ایک قلمی نسخہ کی مدد سے تیار کر رہا ہے۔ اسی طرح یونسکو نے منظور کیا ہے کہ مقدمہ کا ایک نیا فرانسیسی ترجمہ یونسکو کے شاہکاروں کے سلسلہ کے تحت طبع کیا جائے۔ اس کام کو میں نے استنبول کے ایک معتبر قلمی نسخہ کی مدد سے پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا ہے اور اب اس کا ترجمہ زیرِ طبع ہے۔

آج کل اسلامی ممالک میں بھی علماء اور محققین ابن خلدون کے عظیم مقام کی طرف متوجہ ہونے لگے ہیں۔ افغانستان کے اخبار سراج الاخبار نے جو محمود طرزی کی ادارت میں کابل سے شائع ہوتا تھا، اپنی ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۲ دلو ۱۲۹۲ سال سوم کے شمارہ ۱۱ میں ابن خلدون کی ۶۰۰ سالہ برسی کے موقع پر ابن خلدون کو "مثبت تاریخ، فلسفۂ تاریخ اور میزانِ علمی کا بانی" بتایا ہے، اور لکھا ہے: "اس کی پیدائش پر ایک ایسی قوت دنیا میں وجود میں آئی، جو سفید اور سیاہ، جھوٹ اور سچ اور ایمان اور خرافات میں فرق اور تمیز کر سکے"۔ محمد عبداللہ عنان مصری محقق نے ابن خلدون کی زندگی اور آثار پر ایک کتاب انگریزی میں لکھی ہے جو لاہور سے ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئی ہے۔ ایک الجزائری فاضل، ڈاکٹر احمد طالب فرزند شیخ بشیر ابراہیم مرحوم ۱۹۵۹ء میں فرانس میں جیل خانہ میں قید تھا۔ اسی زمانہ میں اس نے چند مہینہ تک مقدمہ ابن خلدون پر تحقیق کی۔ اپنے ایک خط

میں جو اُس نے قید خانہ سے لکھا ہے، وہ کہتا ہے: "مقدمہ" کو دنیا کے ادب میں ایک شاہکار کا مقام حاصل ہے۔ اس کا مؤلف چودھویں صدی عیسوی میں رہتا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عصر کا پہلا سیاسی مفکر تھا۔ حکومت اور تاریخ میں اس کا کردار اور حکومت کی تعریف نے (جو ابن خلدون نے دی ہے) مجھے تعجب میں ڈال دیا ہے۔ اس نے علم روح میں نئے باب کھولے ہیں۔ جب وہ احساس کمتری اور تقلید کے بارے میں لکھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ٹارڈ بول رہا ہے۔ اسی طرح جب وہ علم اجتماع سیاسی پر لکھتا ہے، خصوصاً یہ کہ حکومتوں کے عروج میں شہریوں اور دیہاتیوں (یا صحرائیوں) کے درمیان تضاد یا ارتباط اور ہم خونی کو کیا مقام حاصل ہے اور ان کے زوال میں عیش پرستی کا کیا حصّہ ہے، تو حیرت ہوتی ہے۔

یہ ہیں ابن خلدون کے بارے میں ایک جوان مسلمان محقق کے الفاظ جو آج کل الجزائر کی جمہوری حکومت میں وزیر تعلیم ہے۔

افسوس ہے کہ ابھی تک یورپ میں عربی اور اسلامی افکار کو اس کا صحیح مقام نہیں دیا گیا مثلاً میشل فوکو نے ۱۹۶۶ء میں ایک کتاب پیرس میں "الفاظ اور ادباء" کے عنوان سے شائع کی ہے، اس میں اس نے اسلامی علوم کی میراث کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور کہا ہے کہ علم الابدان کی بنیاد فرانسیسی سائنس دان کوویہ نے اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں رکھی ہے اور اقتصادِ سیاسی کی بنیاد اسی زمانہ میں رکارڈو نے اور لسانیات کی اساس باپ[1] نے انیسویں صدی میں رکھی ہے۔ لیکن ایولاکوست کی کتاب میں جو "ابن خلدون" کے عنوان سے ۱۹۶۶ء میں چھپی ہے، یہ اعتراف کیا گیا ہے: "مقدمہ ابن خلدون" کو اقتصادی اور اجتماعی پس ماندگی پر بحث میں بنیادی مقام حاصل ہے۔ مقدمۂ ابن خلدون علمی طریقہ پر تاریخ نویسی کا آغاز ہے۔ اس کتاب میں مؤلف نے اس زمانہ کے ترقی پذیر لوگوں کے حالات پر، جو آج کل تیسری دنیا کے نام سے مشہور ہیں، تحقیق کی ہے۔

---

[1] کذا۔ مترجم